خدام الاحمدیہ سے خطاب

از

سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

خدام الاحمدیہ سے خطاب

(فرمودہ ۱۸؍اکتوبر ۱۹۴۲ء برموقع چوتھا سالانہ اجتماع خدام الاحمدیہ)

تشہّد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

مجھے معلوم ہؤا ہے کہ گزشتہ سال بیرونی خدام کی حاضری دوسَو پچاس کے قریب تھی اور اِس سال بیرونی خدام کی حاضری ۳۸۶ ہے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ قادیان کے اِرد گرد بہت سی نئی جماعتیں قائم ہو رہی ہیں اور اِس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ خدام الاحمدیہ کی تنظیم کو روز بروز زیادہ مکمل ہوتے چلے جانا چاہئے میرے نزدیک یہ حاضری تسلّی بخش نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ملازم پیشہ لوگوں کو اِس دفعہ رُخصتیں نہیں مل سکیں مگر جہاں تک مَیں سمجھتا ہوں گزشتہ سال بھی ملازم پیشہ لوگوں کی تعداد زیادہ نہیں تھی اِس لئے یہ اثر درحقیقت زمینداروں کی کمی کی وجہ سے پڑا ہے۔ ابھی مجھے بتایا گیا ہے کہ ملازمت پیشہ لوگ باوجود رُخصت نہ ملنے کے زیادہ تعداد میں شریک ہوئے ہیں اِس لئے حاضری میں کمی زمینداروں کی طرف سے ہی ہوئی ہے۔ میرے نزدیک اِس قسم کی ریلی میں یہ نہیں ہونا چاہئے کہ سارے خدام آئیں بلکہ ان کے نمائندے ہی اِس موقع پر آنے چاہئیں ہاں اگر کوئی شخص شوق سے آنا چاہے تو اُسے آنے کی اجازت ہونی چاہئے یہ پابندی نہیں ہونی چاہئے کہ نمائندوں کے سِوا اور کوئی نہ آئے۔ پھر اُن نمائندوں کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ وہ یہاں کی کارروائیوں کو نوٹ کریں اور اپنی اپنی مجالس میں اِسی لائن پر خدام الاحمدیہ کا اجتماع کریں مگر جیسا کہ میں نے کہا ہے جو شخص اپنی مرضی اور خواہش سے آنا چاہے اُسے روکنا نہیں چاہئے بلکہ اُسے بھی شامل ہونے کی اجازت دینی چاہئے۔ (سوائے مجلس کے کہ جس میں صرف نمائندے ہونے چاہئیں ورنہ رائے شماری غلط ہو جائے گی) پھر یہ امر مدنظر رکھنا بھی ضروری ہے کہ صدر کے انتخاب کے موقع پر ہر جماعت کا ووٹ اُس جماعت کے افراد کے لحاظ

سے شمار ہونا چاہئے درحقیقت اصول یہی ہوتا ہے کہ چونکہ جماعت کے تمام افراد جمع نہیں ہو سکتے اِس لئے اُن کا نمائندہ جب کسی رائے کا اظہار کرتا ہے تو وہ رائے تمام جماعت کی سمجھی جاتی ہے اِس وجہ سے اُس کا ووٹ ایک نہیں ہوگا بلکہ جس قدر اُس جماعت کے افراد ہوں اُسی قدر اُس کے ووٹ سمجھے جانے چاہئیں۔ مثلاً فرض کرو لاہور کی جماعت والے کسی ایک شخص کو بھیج دیتے ہیں اور لاہور کی جماعت کے ممبر ڈیڑھ سَو ہیں تو جب ووٹ لیا جائے گا اِس ایک شخص کا ووٹ ڈیڑھ سَو ووٹ کا قائم مقام سمجھا جائے گا۔ ایسے موقع پر پہلے سے آئندہ سال کے لئے عہدہ داروں کے نام منگوا لینے چاہئیں اور اُن ناموں کی بیرونی جماعتوں کو اطلاع دے دینی چاہئے کہ فلاں فلاں نام صدارت کے لئے تجویز کئے گئے ہیں ان کے متعلق اپنی جماعت کی رائے دریافت کرکے اپنے نمائندہ کو اطلاع دے دی جائے مگر اِس بات کا نہایت سختی سے انتظام کرنا چاہئے کہ انتخاب کے موقع پر کسی قسم کا پراپیگنڈا نہ ہو یہ اسلامی ہدایت ہے اور جو شخص اِس ہدایت کی خلاف ورزی کرتا ہے وہ مجرم ہے۔ ہر شخص کی جو ذاتی رائے ہو وہی اُسے پیش کرنی چاہئے۔ جو شخص دوسرے سے یہ کہتا ہے کہ میرے حق میں ووٹ دو یا کسی دوسرے کی رائے کو کسی دوسرے کے حق میں بدلنے کی کوشش کرتا ہے وہ قوم کا مجرم ہے اور ایسے شخص کو سخت سزا دینی چاہئے تا کہ آئندہ جماعت کے قلوب میں یہ امر راسخ ہو جائے کہ ہم نے ایسے انتخابات میں کبھی بھی دوسرے کی رائے کے پیچھے نہیں چلنا بلکہ جو ذاتی رائے ہو اُسی کو پیش کرنا ہے۔ ہاں جیسا کہ صحابہؓ کے طریق سے معلوم ہوتا ہے عین مجلس میں ایک دوسرے کو اپنے اپنے دلائل پیش کرنے کا حق حاصل ہے چنانچہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا جب خلافت کے لئے انتخاب ہؤا تو اِس پہلی خلافت کے موقع پر انصار اور مہاجرین دونوں گروہوں نے اپنے اپنے دلائل دیئے۔ مہاجرین نے اِس بات کے دلائل دیئے کہ کیوں مہاجرین میں سے خلیفہ ہونا چاہئے اور انصار نے اس بات کے دلائل دیئے کہ کیوں کم سے کم انصار میں سے بھی ایک خلیفہ ہونا چاہئے۔ انصار کہتے تھے کہ ہم اِس بات کے مخالف نہیں کہ مہاجرین میں سے کوئی خلیفہ ہو ہم صرف یہ کہتے تھے کہ ہم میں سے بھی ایک خلیفہ ہو اور مہاجرین میں سے بھی ایک خلیفہ ہو۔[1] غرض مجلس میں دلائل دیئے جا سکتے ہیں مگر یہ جائز نہیں کہ الگ اور مخفی طور پر دوسروں کو تحریک کی جائے کہ فلاں کے حق میں رائے دی جائے اِس قسم کا پراپیگنڈا اسلام کے بالکل خلاف ہے۔ ہاں جیسا کہ میں نے بتایا ہے مجلس میں آکر اپنے اپنے دلائل پیش کئے جا سکتے ہیں مثلاً فرض کرو صدر کے انتخاب کے موقع پر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ نئے آدمیوں کو کام

کرنے کا موقع دیا جائے تو وہ یہ دلیل دے سکتا ہے کہ میں پُرانے صدر کے خلاف نہیں مگر اِس بات کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ نئے آدمیوں کو کام کرنے کا موقع ملنا چاہئے تاکہ انہیں بھی تجربہ حاصل ہو اور وہ بھی اس قسم کی ذمہ واری کا کام کرنے کے قابل ہوسکیں۔ اس کے مقابلہ میں جو شخص پُرانے صدر کا حامی ہو وہ یہ کہہ سکتا ہے کہ جب ایک شخص کو تجربہ حاصل ہو چکا ہے تو اگر اسے ہٹا دیا جائے تو خدام الاحمدیہ کو اس کے تجربہ سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ غرض اپنے اپنے رنگ میں دونوں فریق دلائل دے سکتے ہیں اور اس میں کوئی حرج کی بات نہیں بلکہ اس طرح علمی ترقی ہوتی ہے ہاں اُس وقت وقتی طور پر ایسا صدر ہونا چاہئے جو زبردست اور بارُعب ہو اور کسی کو مقررہ حدود سے باہر نہ نکلنے دے بلکہ جیسے پارلیمنٹ کے جلسوں میں ایسے موقع پر صدر کو سپاہیوں کی ایک جمعیت دے دی جاتی ہے تاکہ اگر کوئی نافرمانی کرے تو پولیس کے ذریعہ اس کا تدارک کیا جائے اسی طرح انتخابات کے موقع پر جو وقتی طور پر صدر مقرر ہو اُس کے ساتھ بھی نوجوانوں کا ایک گروہ ہونا چاہئے تاکہ اگر کوئی شخص نافرمانی کرے تو اُسے مجلس سے نکالا جاسکے یا اُسے مناسب سزا دی جائے۔ اِسی طرح دوسرے لوگ بھی صدر اُس وقت جو بھی حکم دے اُس کو دلیری سے اور بغیر کسی کے لحاظ کے پورا کرنے کے لئے کھڑے ہو جائیں اِس رنگ میں اگر کوئی کام کیا جائے اور باہر سے آنے والوں کی رائے اِن کی جماعت کی تعداد کو ملحوظ رکھ کر شمار کی جائے تو اس طرح نہ صرف جماعتوں کو اُن کا ایک حق دیا جاسکے گا بلکہ مرکز کو بھی آئندہ یہ خیال رہے گا کہ وہ ہر جماعت کی تعداد کو محفوظ رکھے۔ فرض کرو ایک شخص کہتا ہے ہماری جماعت کی تعداد دوسَو ہے ایسے موقع پر اگر مرکز کے پاس اس جماعت کی تعداد محفوظ ہوگی تو وہ بتا سکے گا کہ یہ تعداد درست ہے یا نہیں یا اس تعداد میں کتنی کمی بیشی ہے۔ پس اس کے نتیجہ میں ایک طرف تو مرکز کو توجہ رہے گی کہ وہ تمام جماعتوں کو ایک نظام کے ماتحت لانے کی کوشش کرے اور دوسری طرف جماعتوں کو یہ احساس پیدا ہوگا کہ ہماری جماعت کی تعداد زیادہ ہو اور ہم وقت سے پہلے پہلے اپنی تعداد کو درج رجسٹر کرالیں۔ پس ایک تو آئندہ سال سے اِس بات کا انتظام کرنا چاہئے دوسرے قادیان کے محلوں میں سے بھی ایسے موقع پر ان کے صرف نمائندے ہی آنے چاہئیں تاکہ جب انتخاب ہو تو اُس وقت ہجوم نہ ہو۔ ہر محلے والے اپنے اپنے آدمی بھیج دیں اور اُن کا فرض ہو کہ جب انتخاب کا وقت آئے تو وہ اکثریت کی رائے کو پیش کر دیں۔ اِس میں کوئی شبہ نہیں کہ بعض دفعہ کچھ لوگوں کی رائے ایک طرف ہوسکتی ہے اور کچھ لوگوں کی رائے دوسری طرف ہوسکتی ہے اور اس طرح ان

لوگوں کو جن کی رائے عام انتخاب کے موقع پر نہ پیش کی جائے گِلہ اور شِکوہ پیدا ہوسکتا ہے مگر بہر حال چونکہ عام طریق یہی ہے کہ اکثریت کی رائے کو پیش کیا جاتا ہے اس لئے جماعت کی رائے وہی سمجھی جائے گی جو اکثریت کی رائے ہوگی۔ بے شک اکثریت کی رائے میں بھی نقص ہوسکتا ہے مگر بہر حال اِس ناقص دنیا میں ناقص قوانین میں سے جو زیادہ بہتر ہو اسی کو اختیار کیا جائے گا۔ پس قادیان سے بھی انتخاب کے موقع پر محدود آدمی شامل ہونے چاہئیں۔ مثلاً دارالرحمت والے ایک نمائندہ بھیج دیں، دارالانوار والے ایک نمائندہ بھیج دیں، اِسی طرح باقی محلوں والے ایک ایک نمائندہ بھیج دیں مگر عام ریلی کے سلسلہ میں قادیان والوں کو لازماً حاضر ہونا چاہئے اور جو باہر کی مجالس ہیں ان کے متعلق کوئی قانون مقرر کرلیا جائے مثلاً پچاس ممبروں پر وہ ایک نمائندہ بھیج دیں یا تیس ممبروں پر ایک نمائندہ بھیج دیں بلکہ ہوسکتا ہے آئندہ بڑھتے بڑھتے ہمیں فی ہزار ایک یا فی دس ہزار ایک نمائندہ لینا پڑے۔ مثلاً لاہور کسی وقت سارے کا سارا احمدی ہوجاتا ہے اور لاہور کی آبادی پانچ لاکھ ہے تو اس میں سے اگر تین لاکھ، پندرہ سے چالیس سال عمر والے سمجھ لئے جائیں اور نصف تعداد عورتوں کی نکال دی جائے تو ڈیڑھ لاکھ آدمی رہ جائیں گے اب اگر ہم سَو سَو پر ایک نمائندہ لیں تو ڈیڑھ ہزار نمائندے بن جائیں گے اور اگر دس دس ہزار پر ایک نمائندہ لیں تو پندرہ نمائندے آئیں گے اسی طرح اگر کسی وقت لاہور میں خدام کی اتنی کثرت ہوجائے کہ ان کا کوئی ایک اجتماع نہ ہوسکے تو وہ ایسے موقع پر محلّہ وار نمائندے بھیج سکتے ہیں مگر بہر حال ان کے ووٹ اُسی قدر سمجھے جانے چاہئیں جس قدر ان کے حلقہ کی جماعت کی تعداد ہو۔ پس ایک تو میں یہ ہدایت دیتا ہوں۔ دوسرے ریلی کے متعلق میں نے بتایا ہے کہ اِس میں قادیان کے سب لوگوں کو حاضر ہونا چاہئے مگر باہر سے صرف نمائندے بُلائے جائیں ہاں اگر کوئی شخص اپنے شوق سے آنا چاہے تو اُس کے لئے شامل ہونے کا دروازہ کُھلا رکھنا چاہئے۔

اب مَیں خدام الاحمدیہ کے کام کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں میں نے کل خدام الاحمدیہ کو کام کرتے دیکھا ہے اور مجھ پر یہ اثر ہے کہ اِس دفعہ اصول کو مدنظر رکھ کر کام کیا گیا ہے چنانچہ جب مشاہدہ و معائنہ کا مقابلہ ہورہا تھا تو میں نے دریافت کیا کہ تم کس طرح اِس کے متعلق فیصلہ کرو گے؟ اِس پر انہوں نے بتایا کہ ہم نے خود مشاہدہ و معائنہ کرکے اِس کے بعض پوائنٹ مقرر کئے ہوئے ہیں جن کو دیکھ کر ہم اِس بارہ میں آسانی سے فیصلہ کرسکتے ہیں۔ اِسی طرح آواز کی بلندی کے مقابلہ میں ایک ترتیب سے نشان لگائے گئے تھے اور اس میں تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھا گیا تھا۔

آواز کی صفائی کا بھی لحاظ رکھا گیا تھا اور آواز کے دُور تک پہنچنے کا بھی لحاظ رکھا گیا تھا۔ گویا جو پہلو ضروری ہیں اُن کو انہوں نے ملحوظ رکھا تھا ایک کمی ہے جو دُور کی جانی چاہئے۔ آئندہ ہر بڑی جماعت کو ہر عملی مقابلہ میں اپنے نمائندے بھیجنے کے لئے مجبور کرنا چاہئے تا کہ تربیت کی طرف مجالس کو زیادہ توجہ ہو میرے نزدیک تمام مشقوں میں سے ایک نہایت ہی اہم مشق جس سے دشمن کے مقابلے میں فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے اور جس کی طرف ہماری جماعت کے ہر فرد کو توجہ کرنی چاہئے حواسِ خمسہ کو ترقی دینے کی کوشش ہے یہ ایک نہایت ہی اہم اور ضروری چیز ہے میں نے افسوس سے یہ امر سُنا ہے کہ اِس دفعہ وقت کی کمی کی وجہ سے اِس قسم کے مقابلے کم رکھے گئے ہیں درحقیقت یہ توازن کی غلطی تھی ورنہ اِن مقابلوں کے لئے زیادہ وقت مقرر کرنا چاہئے تھا مثلاً ناک کی حِسّ ہے یہ ایک اعلیٰ درجہ کی حِسّ ہے اور اِس سے بڑے بڑے کام لئے جاسکتے ہیں ناک کی حِسّ اگر تیز ہو تو اس سے صرف خوشبو اور بدبو کا ہی احساس ترقی نہیں کرتا بلکہ یہ بھی بتایا جاسکتا ہے۔ کہ کس کس قوم میں کس کس قسم کی بُو پائی جاتی ہے۔ وحشی اقوام میں یہ حِسّ اتنی تیز ہوتی ہے کہ سونگھ کر بتا دیتی ہیں کہ یہاں سے فلاں قوم کا آدمی گزرا ہے۔ مختلف قوموں میں خاص خاص قسم کی بُو پائی جاتی ہے مثلاً مجھ پر یہ اثر ہے کہ میں جتنے انگریزوں سے مِلا ہوں مجھے اُن سے ایک قسم کی مچھلی کی بُو آئی ہے۔ اب اگر میرا یہ اثر صحیح ہو اور ہماری ناک کی حِسّ تیز ہو تو خواہ ہماری آنکھیں بند ہوں ہم معلوم کرسکتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی انگریز کھڑا ہے یا اگر ہمارے قریب سے کوئی انگریز گزرے گا ہم فوراً پہچان جائیں گے کہ کوئی انگریز گزر رہا ہے۔ اِسی طرح افغانستان کے باشندوں میں مَیں نے محسوس کیا ہے کہ اُن سے اُس کھال کی سی جس پر برسات گزری ہو بُو محسوس ہوتی ہے۔ اب اگر میرا یہ خیال صحیح ہو یا پچاس فیصدی ہی درست ہو تو کسی علاقہ میں سے گزرتے ہوئے اگر وہاں پٹھان ہوں گے ہم فوراً اپنی ناک کی حِسّ سے پہچان لیں گے کہ یہاں پٹھان رہتے ہیں۔ فرض کرو پٹھان ہمارے دوست ہیں اور جنگ کے موقع پر ہمیں ان کی امداد کی ضرورت ہے تو ہم اپنی اس ناک کی حِسّ سے کام لے کر فوراً اپنے دوستوں کو شناخت کرلیں گے اور اُن کی مدد حاصل کرلیں گے اِس قسم کی بُو کا احساس خصوصاً بند کمروں میں زیادہ ہوتا ہے کیونکہ وہاں بُو زیادہ دیر تک رہتی ہے بعض دفعہ ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد بھی کسی کمرہ میں آؤ اور تمہاری ناک کی حِسّ تیز ہو تو تمہیں فوراً پتہ لگ جائے گا کہ اِس کمرہ میں کِس قسم کے لوگ ٹھہرے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے میرے کمرہ میں عِطر پڑا ہوُا ہوتا ہے اور بعض دفعہ میری بیویاں وہاں آکر عطر

لگاتی ہیں تو بعض دفعہ گھنٹوں بعد جب میں اُس کمرہ میں آتا ہوں تو فوراً پہچان لیتا ہوں کہ کسی نے یہاں فلاں عطر لگایا ہے حالانکہ وہ عطر گھنٹوں پہلے لگایا گیا ہوتا ہے۔ اِسی طرح ہندوستانیوں اور انگریزوں کے عطر کی خوشبو میں فرق ہوتا ہے ہندوستانی عام طور پر دیسی عطر لگاتے ہیں مگر انگریز ہمیشہ الکوہل سینٹس لگاتے ہیں بعض ہندوستانی بھی اگرچہ اب سینٹس لگانے لگ گئے ہیں مگر انگریز کبھی دیسی عطر نہیں لگاتے اب اگر کہیں سے ہمیں دیسی چنبیلی کے عطر کی خوشبو آئے یا دیسی گلاب کے عطر کی خوشبو آئے تو ہم فوراً فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہاں سے کوئی ہندوستانی گزرا ہے اسی طرح اور بہت سی معلومات خوشبو کے ذریعہ حاصل کی جاسکتی ہیں اور بعض لوگ تو اس حِس کو ایسا تیز کر لیتے ہیں کہ حیرت آتی ہے۔ ولایت میں جو خوشبو کے کارخانے ہیں اُن کا دارومدار ہی ایسے لوگوں پر ہوتا ہے چنانچہ بعض کارخانوں والے ہزاروں روپیہ ماہوار تنخواہ دے کر ایسے لوگوں کو ملازم رکھتے ہیں جو خوشبو سُونگھ کر بتا دیتے ہیں کہ اِس میں فلاں فلاں چیزیں پڑی ہیں اور اِس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ بعض دفعہ کسی ایک کارخانے کی خوشبو مشہور ہو جاتی ہے اب دوسرے لوگ چاہتے ہیں کہ اس کی نقل کریں اور ویسی ہی خوشبو خود بھی تیار کریں اِس غرض کے لئے وہ ماہرین کو ملازم رکھتے ہیں۔ وہ لوگ ان خوشبوؤں کو سُونگھ کر جن کی نقل تیار کرنی ہو بتا دیتے ہیں کہ اِس میں فلاں فلاں چیزیں پڑی ہیں اس میں غلطیاں بھی ہوتی ہیں مگر بہر حال انہیں خوشبو کی بنیادی اشیاء معلوم ہو جاتی ہیں اور آہستہ آہستہ وہ اسی بنیاد پر خود بھی ویسی ہی خوشبو تیار کر لیتے ہیں۔ اسی طرح بعض لوگوں کی مزے کی حِسّ اتنی تیز ہوتی ہے کہ حیرت آتی ہے اور یہ حِسّ بھی بہت حد تک بڑھائی جا سکتی ہے۔ کئی لوگ ایسے موجود ہیں جو دوائیاں چکھ کر بتا دیتے ہیں کہ اِس میں فلاں فلاں دوائیاں پڑی ہیں۔ قصہ مشہور ہے کہ ایک طبیب کی کسی دوائی کا بہت شُہرہ ہو گیا مگر وہ اس دوائی کا نسخہ کسی کو نہیں بتاتا تھا اُسی زمانہ میں ایک اور مشہور طبیب تھا جس کی مزے کی حِسّ بہت تیز تھی اور وہ چکھ کر بتا سکتا تھا کہ اس میں فلاں فلاں دوائیاں پڑی ہوئی ہیں مگر اُس طبیب کو وہ دوائی ملتی نہیں تھی۔ جو مریض طبیب کے پاس آتا اُسے وہ اپنے سامنے دوائی کِھلا دیتا تھا ساتھ دوائی نہیں دیتا تھا اِس خوف سے کہ کہیں یہ دوائی دوسرے طبیب کے پاس نہ پہنچ جائے اور وہ اِس کا نسخہ نہ معلوم کر لے۔ اس طبیب نے بڑی کوشش کی کہ کہیں سے دوائی مل جائے مگر نہ ملی آخر وہ مریض اور اندھا بن کر اُس طبیب کے پاس گیا اور اپنی شکل میں بھی تبدیلی کر لی سر پر ایک بڑا سا کپڑا لپیٹ لیا اور اندھا اور مریض بن کر اُس کے پاس پہنچا اور اپنے مرض کی علامتیں وہی بتائیں جن پر

وہ دوائی استعمال کی جاتی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ وہ دھوکے میں آ گیا اور اُس نے ایک گولی اُسے دے دی اُس نے وہیں گولی اپنے منہ میں ڈال لی اور منہ میں ڈالتے ہی دواؤں کے نام گننے شروع کر دیئے یہاں تک کہ وہ ننانوے نام گِن کر گیا جب ننانوے نام گِن چکا تو اُس کا سانس ٹُوٹ گیا۔ طبیب کہنے لگا اَلْحَمْدُلِلّٰہِ کہ انہیں سویں دوا کا پتہ نہیں لگا اس نسخہ میں سَو دوائیں پڑتی تھیں ننانوے تم نے گِن لیں سویں کا تمہیں پتہ نہیں لگ سکا اس لئے اب تم یہ نسخہ مکمل نہیں کر سکو گے۔ تو ایسے لوگ بھی ہیں جن کے چکھنے کی حِسّ بہت تیز ہوتی ہے۔

ولایت میں شراب کے جو کارخانے ہیں اُن میں بعض دفعہ پانچ پانچ ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ پر ایسے لوگ ملازم رکھے جاتے ہیں جو شراب کو چکھ کر یہ بتا دیتے ہیں کہ یہ شراب فلاں سن کی شراب کے مطابق ہے اور فلاں شراب کا ذائقہ فلاں سن کی شراب سے ملتا ہے ہمارے ملک کی شراب تو لسّی، دودھ اور شربت ہے اور ہمارے ملک نے اس میں کوئی خاص ترقی نہیں کی۔ چاہے سَو سال کے پُرانے برتن میں ہی لسّی کیوں نہ ہو وہ اُسے پی جاتے ہیں اور انہیں ذائقہ میں کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا مگر ولایت میں پانچ پانچ ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ پر ایسے لوگ ملازم رکھے جاتے ہیں جو شرابوں کو چکھتے رہتے ہیں اور چکھ کر بتا دیتے ہیں کہ اِس شراب کا مزہ فلاں سن کی شراب سے ملتا ہے اور اِس شراب کا مزہ فلاں سن کی شراب سے ملتا ہے بلکہ پانچ پانچ ہزار روپیہ تنخواہ کا بھی میں نے کم حساب لگایا ہے میں نے پانچ پانچ ہزار پونڈ سالانہ انکی تنخواہ پڑھی ہے اور اِس لحاظ سے انہیں پانچ ہزار روپیہ سے زیادہ ماہوار ملتا ہے۔ ان کا کام یہی ہوتا ہے کہ سارا دن بیٹھے ہوئے شرابیں چکھتے رہتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ اس کا انگور فلاں سن کے انگور سے مشابہہ ہے اور یہ شراب فلاں سن کی شراب کے مطابق ہے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک شراب تو پانچ روپے بوتل کے حساب سے فرورخت ہوتی ہے اور ایک ویسی ہی شراب صرف ذائقہ کے تغیر کی وجہ سے دوسَو روپے بوتل کے حساب سے فروخت ہوتی ہے غرض چکھنے کی حِسّ کو ترقی دے کر ایسے ایسے کام لئے جاتے ہیں کہ حیرت آتی ہے۔ اِسی طرح کانوں کی حِسّ ہے اِس کو بڑھا کر بھی حیرت انگیز کام لئے جاسکتے ہیں امریکہ کے ریڈ اِنڈینز نے اِس میں اتنی ترقی کی ہے کہ وہ زمین پر کان لگا کر یہ بتا دیتے ہیں کہ اتنے سوار مثلاً دو چار میل کے فاصلے پر سے آ رہے ہیں۔ اس کا راز یہ ہے کہ گھوڑوں کے چلنے کی وجہ سے زمین میں حرکت پیدا ہوتی ہے وہ حرکت دوسرے کو معلوم بھی نہیں ہوتی مگر انہوں نے کانوں کی حِسّ بڑھا کر اِتنی مشق کی ہوئی ہوتی ہے کہ وہ فوراً زمین پر کان لگا کر

اس حرکت کو معلوم کر لیتے ہیں اور میلوں میل سے سواروں کے آنے کی آواز سُن لیتے ہیں زیادہ سوار ہوں تو پانچ پانچ میل سے آواز سُن لیتے ہیں ایک دو ہوں تو نسبتاً کم فاصلہ سے اور اگر کوئی پیدل آ رہا ہو تو بھی پچاس سَو گز کے فاصلے سے ہی اُس کے آنے کی آہٹ معلوم کر لیتے ہیں۔

اس کے بعد میں یہ نصیحت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ باتیں تو تمہاری کھیلوں سے تعلق رکھتی ہیں اور اِن کا فائدہ تمہارے جسم کو پہنچ سکتا ہے لیکن تمہارا کام صرف اِن کھیلوں کی طرف متوجہ ہونا اور اپنے جسموں کو درست کرنا ہی نہیں بلکہ تمہارا حقیقی کام اخلاقی اور علمی رنگ میں ترقی کرنا ہے۔ مَیں نے اپنے خطبات میں بار بار اس طرف توجہ دلائی ہے اور اِس وقت بھی مَیں ایک ٹریکٹ میں جو دفتر خدام الاحمدیہ نے شائع کیا ہے یہی پڑھ رہا تھا کہ خدام الاحمدیہ کو مذہبی، اخلاقی اور عملی رنگ میں کام کرنے کے لئے منظّم کیا گیا ہے پس انہیں اپنے اس کام کو کبھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے انہیں چاہئے تھا کہ اِس موقع پر ان کاموں کے بھی مقابلے رکھتے جب خدام الاحمدیہ کا اصل کام یہ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ تعلیمی اور اخلاقی اور مذہبی رنگ کے مقابلے ایسے اجتماع میں نہ رکھے جائیں میرے نزدیک آئندہ ایسے موقع پر بعض لیکچر ایسے رکھنے چاہئیں جن میں موٹے موٹے مسائل کے متعلق اسلام اور احمدیت کی تعلیم کو بیان کر دیا جائے۔ اِسی طرح بعض امتحان مقرر کرنے چاہئیں اور دیکھنا چاہئے کہ خدام الاحمدیہ کو احمدیت اور اسلام سے تعلق رکھنے والے مسائل سے کس حد تک واقفیت ہے۔ جس طرح آئی۔سی۔ایس میں ایک جنرل نالج کا پرچہ ہوتا ہے اِسی طرح احمدیت کے متعلق ایک جنرل نالج کا پرچہ رکھنا چاہئے اور مختلف سوالات نوجوانوں سے دریافت کرنے چاہئیں مثلاً یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتنی عمر تھی؟ یا آپ کے کسی الہام کو پیش کر کے پوچھ لیا جائے کہ اِس کا کیا مفہوم ہے؟ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کسی کتاب کے متعلق دریافت کیا جائے کہ وہ کس موضوع پر ہے؟ یا یہ دریافت کیا جائے کہ تمہارے نزدیک وفاتِ مسیح کی سب سے بڑی دلیل کیا ہے؟ یا نبوت کی کیا تعریف ہے؟ یا ہم رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد کِس قسم کی نبوت کو جائز سمجھتے ہیں اور کس قسم کی نبوت کو جائز نہیں سمجھتے؟ یہ اور اِسی قسم کے اور سوالات نوجوانوں سے دریافت کئے جائیں اور اِس طرح پتہ لگایا جائے کہ انہیں مذہبی مسائل سے کہاں تک واقفیت ہے۔ اِس طرح علمی مذاق بھی ترقی کرے گا اور جو لوگ سُست ہونگے وہ بھی چُست ہو جائیں گے۔ اسی طرح اخلاق کے متعلق مختلف قسم کے سوالات دریافت کرنے چاہئیں۔ مثلاً یہ اگر تم کو کوئی شخص گالی دے تو تم کیا کرو گے؟ یا اگر تم کو کوئی شخص مارنے لگ جائے تو تم کس

حد تک مار کھاؤ گے اور کس حد تک اس کا مقابلہ کرو گے؟ اِسی طرح یہ سوال کیا جا سکتا ہے کہ اگر تم دُشمن کا مقابلہ کرو تو کس حد تک اُس کا مقابلہ کرنا شریعت کے مطابق ہوگا اور کیسا مقابلہ کرنا شریعت کے خلاف ہوگا؟ یا اگر کوئی شخص گالی دے تو کس حد تک صبر کرو گے اور کس حد تک خاموش رہنا بے غیرتی بن جائے گا؟ پھر یہ کہ اگر تم گالی کا جواب دو تو کس حد تک شریعت تمہیں جواب دینے کی اجازت دیتی ہے اور کس حد تک نہیں دیتی؟ ہمارے ملک میں عام طور پر چوہڑوں اور چماروں کی گالیاں ماں بہن کی ہوتی ہیں۔ اب فرض کرو تمہارا ذہن کسی کی گالیاں سُن کر یہ فیصلہ کرتا ہے کہ چُپ رہنا بے غیرتی ہے مجھے اِن گالیوں کا جواب دینا چاہئے تو ایسے موقع پر بے شک شریعت یہ کہے گی کہ اگر تم جواب دینا چاہتے ہو تو دو مگر شریعت اِس بات کو جائز قرار نہیں دیگی کہ تم بھی اُس کے جواب میں ماں بہن کی گالیاں دینے لگ جاؤ۔ یہ تو تم دوسرے کو کہہ سکتے ہو کہ تم بڑے کمینے اور بد اخلاق ہو تم نے بہت بڑا ظلم کیا جو ایسی گندی گالیاں دیں مگر شریعت تمہیں اِس بات کی اجازت نہیں دیگی کہ جس طرح اُس نے ماں بہن کی گالیاں دی ہیں اِسی طرح تم بھی ماں بہن کی گالیاں دینی شروع کر دو۔ پس نوجوانوں سے دریافت کرنا چاہئے کہ جب کوئی شخص تمہیں گالیاں دے تو کس حد تک شریعت تمہیں اس کے جواب کی اجازت دیتی ہے اور کس حد تک نہیں دیتی؟ اِن سوالات کا فائدہ یہ ہوگا کہ اس طرح جماعت کے نوجوانوں کے متعلق ہمیں یہ علم حاصل ہوتا رہے گا کہ وہ اسلامی مسائل کو کس حد تک سمجھتے ہیں اور خود اِن کے دلوں میں یہ احساس پیدا ہوگا کہ انہیں ہر کام کے کرتے وقت اسلامی شریعت پر عمل کرنا چاہئے اور اسے کسی حالت میں بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔

پس یہ حصے بھی ریلی میں شامل ہونے چاہئیں اور میرے نزدیک اگران پر زور دیا جائے تو یہ حصے بھی ایسے ہی دلچسپ بن جائیں گے جیسے کھیلیں دلچسپ ہوتی ہیں۔ ایسا امتحان اگر توجہ کی جائے انسانی زندگی میں حرکت، دلچسپی اور سرور پیدا کر دیتا ہے۔ امریکہ میں ایک دفعہ حکومت نے جُوئے کے خلاف قانون جاری کر دیا۔ پولیس چلتی گاڑیوں میں گُھس جاتی اور جب لوگوں کو جُوا کھیلتے دیکھتی تو انہیں فوراً گرفتار کر لیتی جب لوگوں نے دیکھا کہ اُن کی دلچسپی کا یہ سامان جاتا رہا ہے تو انہوں نے اپنی دلچسپی کے لئے ایک اور راہ نکال لی۔ چنانچہ ایک اخبار نے لکھا کہ آخر لوگوں نے اس قانون کا توڑ سوچ ہی لیا اور وہ اس طرح کہ جب انہوں نے دیکھا کہ پولیس جُوا وغیرہ نہیں کھیلنے دیتی تو ایک شخص نے ایک دن مصری کی ایک ڈلی نکال کر سامنے رکھ دی اور

دوسرے کو کہا کہ وہ بھی مصری کی ایک ڈلی نکال کر رکھ دے اور پھر فیصلہ یہ کیا کہ جس کی ڈلی پر سب سے پہلے مکھی بیٹھے گی وہ جیت جائے گا اور اسے دوسرا شخص اتنے ڈالر انعام دے گا۔ غرض اس طرح انہوں نے کھیل کھیلنا شروع کر دیا کسی کو احساس بھی نہیں ہوتا تھا کہ جُوا کھیلا جا رہا ہے وہ یہی دیکھتا کہ مصری کی دو ڈلیاں پڑی ہوئی ہیں مگر درحقیقت ان مصری کی ڈلیوں سے ہی جُوا کھیلا جا رہا ہوتا تھا مگر کسی کو پتہ نہیں لگتا تھا وہ یہ بھی جانتے تھے کہ اگر کبھی شور پیدا ہوا تو ہم آرام سے مصری کی ڈلی اُٹھائیں گے اور منہ میں ڈال لیں گے جُوئے کا کوئی نشان باقی نہیں رہے گا لیکن اِس معمولی سی بات نے ان میں غیر معمولی دلچسپی پیدا کر دی کیونکہ اب خالی مصری کی ڈلی کا سوال نہیں رہا تھا بلکہ اس کے ساتھ جُوئے کو لگا دیا گیا تھا اور چانس اور عقل یہی دو مقابلے انسانی زندگی کو دلچسپ بناتے ہیں۔ اب دیکھ لو وہی مکھی جو پہلے گزرتی تو کسی کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا تھا اس مقابلے کے بعد کیسی دلچسپ چیز بن گئی اور کس طرح ہر شخص بے تابی اور اضطراب کے ساتھ مکھی کا انتظار کرتا ہوگا کبھی کہتا ہوگا لو مکھی قریب آ گئی لو اب تو بیٹھنے ہی لگی اور کبھی افسوس کے ساتھ کہتا ہوگا مکھی آئی تو سہی مگر چلی گئی گویا یہ بھی ویسا ہی دلچسپ مقابلہ ہو گیا جیسے کُشتیوں کا مقابلہ ہوتا ہے کیونکہ دلچسپی خون کے جوش سے پیدا ہوتی ہے اور جس مقابلہ میں انسانی خون کے اندر جوش پیدا ہو جائے اُسی مقابلہ میں انسان کو لذّت آنی شروع ہو جاتی ہے۔ پس بے شک یہ سوالات علمی مذاق کے ہیں مگر اس علمی مذاق کو بھی دلچسپ بنایا جا سکتا ہے صرف عقل اور سمجھ سے کام لینے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جو لوگ عقل اور سمجھ سے کام لیتے ہیں وہ ہر کام میں دلچسپی پیدا کر لیتے ہیں اور جو عقل سے کام نہیں لیتے انہیں بڑے بڑے دلچسپ کاموں میں بھی کوئی لذّت محسوس نہیں ہوتی۔ دنیا میں ہم دیکھتے ہیں بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن پر نماز کی ادائیگی بہت ہی گراں گزرتی ہے اور وہ بڑی مشکل سے نماز ادا کرتے ہیں لیکن دوسری طرف ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جنہیں نماز میں ایسی لذّت آتی ہے کہ اس سے بڑھ کر انہیں اور کسی کام میں لذّت نہیں آتی۔ وہ نماز کو ایسا ہی سمجھتے ہیں جیسے کوئی تیر انداز نشانہ پر تیر لگانے کی کوشش کر رہا ہو جس طرح تیر انداز کا جب کوئی تیر نشانہ پر جا لگتا ہے تو وہ خوشی سے چلّا اُٹھتا ہے کہ لو وہ تیر نشانہ پر جا لگا۔ اسی طرح نمازی اپنی ہر نماز پر خوش ہوتا اور فرطِ مسرت سے بے اختیار کہہ اُٹھتا ہے میرا تیر اپنے نشانہ پر جا لگا اسی طرح **سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ** جو اُس کی زبان سے نکلتا ہے اِسے وہ صرف لفظوں کا مجموعہ نہیں سمجھتا بلکہ اس کے دل اور دماغ میں یہ خیال موجود ہوتا ہے کہ یہ وہ خط ہے جو میں اپنے خدا کے پاس بھیج

رہا ہوں پس ہر **سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمُ** اُسے مزیدار لگتا ہے، ہر رکوع میں اسے مزہ آتا ہے، ہر سجدہ میں اسے لذّت آتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ میں اپنے خدا کو بُلا وا بھیج رہا ہوں۔ اُس کا **سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی** کہنا کیا ہوتا ہے؟ ایک خط ہوتا ہے ایک چِٹھی ہوتی ہے جو وہ اپنے خدا کے پاس بھیجتا ہے اوراس سے درخواست کرتا ہے کہ وہ اس کی مدد کے لئے آئے جیسے مچھلیاں پکڑنے والے دریا میں کُنڈیاں ڈال کر بیٹھ جاتے ہیں اور اگر ذرا بھی رسّی ہِلتی ہے تو اُن کا دل دھڑکنے لگ جاتا ہے کہ آ گئی مچھلی۔ اسی طرح جب ایک مؤمن تسبیح کرتا ہے تو اُس کا دل دھڑکنے لگ جاتا ہے اور وہ خیال کرتا ہے کہ اس کے نتیجہ میں میرا ربّ مجھ سے ملنے کے لئے آجائے گا۔ غرض انسان اگر چاہے تو اپنے ہر کام کو دلچسپ بنا سکتا ہے اور درحقیقت یہ صرف خیالات بدلنے کی بات ہوتی ہے۔ اگر ہم ضرورت اور اہمیت کو سمجھ لیں تو ہر چیز کو دلچسپ بنا سکتے ہیں پس علمی اور اخلاقی مقابلے بھی دلچسپ بنائے جاسکتے ہیں اور میں خدام الاحمدیہ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آئندہ وہ ایسے اجتماع کے موقع پر اِس قسم کے مقابلے ضرور رکھا کریں۔ اسی طرح ہر سال اِس قسم کے سوالات بھی کرنے چاہئیں کہ بتاؤ اِس سال قرآن کریم کی سورتیں کس کس نے حفظ کی ہیں اور کتنی حفظ کی ہیں؟ پھر جو شخص سب سے زیادہ قرآن کریم حفظ کرنے والا ثابت ہو اُسے انعام دیا جائے۔ اسی طرح احادیث کے متعلق سوال کیا جائے کہ اس سال کتنی احادیث حفظ کی گئی ہیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابوں کے متعلق سوال کیا جائے کہ وہ کتنی پڑھی گئی ہیں؟ اس طرح نوجوانوں میں علمی مذاق ترقی کرے گا اور ہر سال ان کو یہ تحریک ہوتی چلی جائے گی کہ وہ مذہبی اور اخلاقی امور کی طرف توجہ کریں نتیجہ یہ ہوگا کہ ان کا دین بھی ترقی کرے گا، تبلیغ بھی ترقی کرے گی اور اسلامی مسائل کی حقیقت بھی ان پر زیادہ واضح ہوجائے گی۔ اِسی طرح قرآن کریم کے ترجمہ کے متعلق ہر سال سوال کرنا چاہئے کہ خدام میں سے کتنے ہیں جنہیں سارے قرآن کریم کا ترجمہ آتا ہے؟ فرض کرو اِس وقت مقامی اور بیرونی خدام آٹھ نَو سَو کے قریب ہیں تو ان سب سے دریافت کیا جاسکتا ہے کہ اِن میں کتنے ہیں جنہیں سارے قرآن کریم کا ترجمہ آتا ہے بلکہ یہ سوال میں اِسی وقت کرلیتا ہوں تا کہ معلوم ہو کہ کتنے نوجوان سارے قرآن کریم کا ترجمہ جانتے ہیں (اس کے بعد حضور نے تمام خدام سے فرمایا کہ قادیان کے رہنے والوں میں سے جو نوجوان سارے قرآن کریم کا ترجمہ جانتے ہوں وہ کھڑے ہوجائیں اِس پر ۱۵۲ نوجوان کھڑے ہوئے۔ پھر حضور نے فرمایا بیرونی خدام میں سے جن کو سارے قرآن کریم کا ترجمہ آتا ہو وہ کھڑے ہوجائیں

اِس پر صرف ۳۲ نوجوان کھڑے ہوئے۔ سلسلہ تقریر جاری رکھتے ہوئے حضور نے فرمایا۔)

قادیان کے خدام میں سے ۱۵۲ نوجوان ایسے ہیں جنہیں سارا قرآن شریف باترجمہ آتا ہے اور بیرونی خدام میں سے صرف ۳۲۔ ایسے ہیں جنہوں نے سارا قرآن شریف پڑھا ہؤا ہے دیکھو یہ ہمارے لئے کیسی آنکھیں کھولنے والی بات ہے اور کس طرح یہ افسوسناک حقیقت ہم پر روشن ہوئی ہے کہ ہم میں سے بہت سے تعلیم یافتہ لوگوں نے بھی قرآن شریف اچھی طرح نہیں پڑھا۔ اب وہ نوجوان جنہوں نے پندرہ سیپاروں سے زیادہ قرآن کریم کا ترجمہ پڑھا ہؤا ہے کھڑے ہو جائیں وہ لوگ بھی دوبارہ کھڑے ہونے چاہئیں جنہوں نے سارا قرآن شریف پڑھا ہؤا ہے کیونکہ وہ بھی ان لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے پندرہ سیپاروں سے زیادہ قرآن کریم کا ترجمہ پڑھا ہؤا ہے۔ (اس پر قادیان کے خدام میں سے ۲۴۹ اور بیرونی خدام میں سے چالیس کھڑے ہوئے حضور نے فرمایا۔)

قادیان کے خدام میں سے ۲۴۹ ایسے ہیں جنہیں پندرہ سیپاروں سے زیادہ قرآن کریم کا ترجمہ آتا ہے گویا سارا قرآن کریم پڑھنے والوں کے مقابلہ میں قریباً ایک سَو سے زیادہ ہیں اور بیرونی جماعتوں میں سے چالیس ایسے ہیں جنہیں پندرہ سیپاروں سے زیادہ قرآن کریم کا ترجمہ آتا ہے گویا سارا قرآن شریف پڑھے ہوئے نوجوانوں کے مقابلہ میں صرف آٹھ زیادہ ہیں۔ میں قادیان کے ان ۹۷ اور بیرونی مجالس کے آٹھ نوجوانوں سے کہتا ہوں کہ وہ خود ہی غور کریں کس طرح دروازے کے قریب پہنچ کر وہ اندر داخل ہونے سے محروم بیٹھے ہیں جب پندرہ سیپاروں سے زیادہ وہ قرآن شریف پڑھ چکے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ باقی قرآن شریف پڑھنے کی طرف بھی وہ توجہ نہ کریں۔ اب میرے پاس وقت نہیں ورنہ میں دریافت کرتا کہ دس سیپاروں سے زیادہ قرآن کریم کا ترجمہ کتنے نوجوانوں کو آتا ہے؟ اور پھر دریافت کرتا کہ پانچ سیپاروں سے زیادہ قرآن کریم کا ترجمہ کن کن کو آتا ہے؟ تا کہ اگلی دفعہ اندازہ کیا جاتا کہ پانچ سے دس اور دس سے پندرہ اور پندرہ سے بیس اور بیس سے تیس پارے کس نے پڑھ لئے ہیں بہرحال ہمیں قرآن شریف کے ترجمہ کی طرف توجہ کرنی چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ ہماری جماعت میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نہ رہے جسے قرآن کریم نہ آتا ہو۔ اگر ہم کبڈی کے مقابلے میں ایک دوسرے سے آگے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں، اگر ہم دَوڑ کے مقابلہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ کتنے افسوس کی بات ہوگی اگر ہم قرآن شریف کی تعلیم اور اس کے مطالب کو سمجھنے میں ایک دوسرے سے

آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں بعض چیزوں میں رشک جائز ہوتا ہے[۲] اور انہی جائز باتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ دینی معاملات میں، نیکی اور تقویٰ کے امور میں اور اعمال صالحہ کی بجا آوری میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کی جائے۔[۳] میں امید کرتا ہوں آئندہ سال نوجوان زیادہ سے زیادہ اس قسم کے مقابلوں میں آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے اور جماعتیں اس امر کو مدنظر رکھیں گی کہ اُن میں سارا قرآن شریف باترجمہ جاننے والے زیادہ سے زیادہ لوگ موجود ہوں۔ ہم لوگوں کی سہولت کے لئے یہ تجویز کر سکتے ہیں کہ قادیان کے جو محلے ہیں اُن میں بعض معلّم مقرر کر دیئے جائیں جو دو مہینے کے اندر اندر لوگوں کو قرآن شریف کا ترجمہ پڑھا دیں۔ میں سمجھتا ہوں اگر ترجمہ والا قرآن شریف سامنے رکھ لیا جائے تو تعلیم یافتہ انسان آسانی سے نصف پارہ کے ترجمہ کو روزانہ سمجھ سکتا ہے۔ ابتداء میں یہ خیال کرنا کہ قرآن شریف کا ایک ایک لفظ آ جائے صحیح نہیں ہوتا اور جو لوگ اِس رنگ میں کوشش کرتے ہیں وہ ابتدائی پاروں میں ہی رہ جاتے ہیں کیونکہ وہ چاہتے ہیں ان پر ساری آیات پوری طرح حل ہو جائیں اور چونکہ ساری آیات اُن پر حل نہیں ہوتیں اس لئے وہ آگے نہیں پڑھ سکتے۔ میں نے بتایا ہے کہ میں اِس غرض کے لئے بعض علماء مقرر کر سکتا ہوں جو مختلف محلوں میں دو ماہ کے اندر اندر قرآن شریف کا ترجمہ لوگوں کو پڑھا دیں۔ اسی طرح بیرونی جماعتیں اگر چاہیں تو اُن کی تعلیم کے لئے بھی بعض آدمی بھجوائے جا سکتے ہیں بشرطیکہ ان کی رہائش اور کھانے کا وہ انتظام کر دیں۔ مگر اِس قسم کے معلّم زیادہ نہیں مل سکتے دو چار ہی مل سکتے ہیں ان کے متعلق ہم یہ بھی کر سکتے ہیں کہ انہیں دو ماہ کی تنخواہ تحریک جدید سے دلا دی جائے اِس عرصہ میں وہ بیرونی جماعتوں کو قرآن شریف کا ترجمہ پڑھا دیں گے اور پھر ہر سال اس تحریک کو جاری رکھا جائے گا تا کہ ہماری جماعت کے تمام افراد قرآن کریم کے ترجمہ اور اس کے مفہوم سے آشنا ہو جائیں۔

اس کے بعد میں خدام الاحمدیہ کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ خدام کی عمر ہی ایسی ہے جس میں مؤمن شکل اور مؤمن دل کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ دنیا میں کئی قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں بعض تو ایسے ہوتے ہیں جن کی شکل بھی مؤمن ہوتی ہے اور دل بھی مؤمن ہوتا ہے اور بعض ایسے ہوتے ہیں جن کی شکل تو مؤمنوں والی ہوتی ہے مگر دل کافر ہوتا ہے اور بعض ایسے ہوتے ہیں جن کی شکل تو کافروں والی ہوتی ہے مگر دل مؤمن ہوتا ہے اور بعضوں کی شکل بھی کافروں والی ہوتی ہے اور دل بھی کافروں والا ہوتا ہے۔ گویا مؤمن دل اور کافر شکل، مؤمن شکل اور کافر دل

اور مؤمن دل اور مؤمن شکل اور کافر دل اور کافر شکل یہ چار قسم کے لوگ دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ جس کا دل بھی مؤمن ہے اور شکل بھی مؤمن ہے وہ بڑا مبارک انسان ہے کیونکہ اس کا ظاہر بھی اچھا ہے اور اس کا باطن بھی اچھا ہے ایسا شخص جب خدا تعالیٰ کی طرف جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے پہچان لیتا ہے اور کہتا ہے یہ میرا بندہ ہے اور جب وہ بندوں کی طرف منہ کرتا ہے تو بندے بھی کہتے ہیں یہ شخص خدا تعالیٰ کے دین کا سپاہی ہے۔ اور جس کی شکل مؤمنوں والی ہے مگر دل کافر ہے وہ جب دنیا کی طرف منہ کرتا ہے تو لوگ کہتے ہیں یہ بھی اسلام کی شوکت کو بڑھانے کا موجب ہے مگر جب خدا تعالیٰ کی طرف جاتا ہے تو فرشتے اُس پر لعنت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اسلام کا غدّار ہے اور جس کی شکل کافروں والی ہے مگر دل مؤمن ہے اُسے جب مؤمن بندے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں یہ اسلام کی شوکت کو کم کرنے کا موجب ہے مگر جب وہ اللہ تعالیٰ کی طرف جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے اِس بندے کا میرے ساتھ تعلق ہے مگر وہ اس بات پر افسوس کرتا ہے کہ یہ شخص اتنی دُور سے میرے ملنے کے لئے آیا لیکن دروازے پر آ کر بیٹھ گیا ہے ایک دو قدم اور اُٹھائے تو مجھ تک پہنچ سکتا ہے مگر وہ دو قدم نہیں اُٹھاتا اور دروازے پر آ کر بیٹھ جاتا ہے۔ اِس کی مثال بالکل ایسی ہی ہوتی ہے جیسے کوئی شخص ۱۷ سَو گز چل کر تو اپنے محبوب کے ملنے کے لئے چلا جائے مگر جب ساٹھ گز باقی رہ جائیں تو وہیں بیٹھ جائے ایسا شخص قریب پہنچ کر بھی خدا تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہتا ہے اور خدا تعالیٰ اُس کی حالت پر افسوس کرتا ہے کہ وہ مجھ سے ملنے کے لئے تو آیا مگر چند قدم نہ اُٹھانے کی وجہ سے پیچھے بیٹھ رہنے پر مجبور ہو گیا۔ پھر بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کی شکل بھی کافروں والی ہوتی ہے اور دل بھی کافروں والا ہوتا ہے ایسے لوگوں سے کسی کو بھی دھوکا نہیں لگتا کیونکہ ان کا بھی ظاہر اور باطن یکساں ہوتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں عیسائیت نے اگر دلوں کو کافر نہیں بنایا تو اس نے انسانی چہروں کو ضرور کافر بنا دیا ہے اور بہت سے نوجوان اس مرض میں مبتلاء ہیں کہ وہ مغربی تہذیب اور مغربی تمدن کے دِلدادہ ہو رہے ہیں۔ وہ اپنے سروں کے بال اپنی داڑھیوں اور اپنے لباس میں مغرب کی نقل کرنا ضروری سمجھتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان کی شکل کافروں والی بن جاتی ہے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ[۴] جو شخص اپنی ظاہری شکل کسی اور قوم کی طرح رکھتا ہے وہ ہم میں سے نہیں یعنی جب ہم کسی کو دیکھیں گے کہ اُس کی شکل ہندوؤں سے ملتی ہے یا عیسائیوں سے ملتی ہے تو ہمیں اُس پر اعتبار نہیں آئے گا اور ہم سمجھیں گے کہ یہ بھی اُنہی سے مِلا ہؤا ہے اور جب ہمیں اُس پر اعتبار نہیں آئے گا تو یہ لازمی

بات ہے کہ کوئی ذمہ واری کا کام اُس کے سپرد نہیں کیا جائے گا اور اِس طرح وہ نیکی کے بہت سے کاموں سے محروم ہوجائے گا۔ پس میں نوجوانوں سے کہتا ہوں کہ وہ مؤمن دل اور مؤمن شکل بنائیں اور مغربیت کی تقلید کو چھوڑ دیں۔ میں نے پچھلے سال بھی بتایا تھا کہ تمہارا کام یہ ہے کہ تم مغربی تہذیب کو تباہ کردو اور اس کی بجائے اسلام کی تعلیم، اسلام کے اخلاق، اسلام کی تہذیب اور اسلام کے تمدن کو قائم کرو۔ بے شک تم اسلامی تمدن تبلیغ کے ذریعہ قائم کرو گے تلوار کے ذریعہ نہیں مگر تبلیغ کے لئے بھی تو یہ بات ضروری ہے کہ مبلّغ کی شکل مؤمنانہ ہو۔ پس مَیں خدام الاحمدیہ کو توجہ دلاتا ہوں کہ اُن کی ظاہری شکل اسلامی شعار کے مطابق ہونی چاہیئے اور انہیں اپنی داڑھیوں میں، بالوں میں اور لباس میں سادگی اختیار کرنی چاہیئے اسلام تمہیں صاف اور نظیف لباس پہننے سے نہیں روکتا بلکہ وہ خود حکم دیتا ہے کہ تم ظاہر صفائی کو ملحوظ رکھو اور گندگی کے قریب بھی نہ جاؤ مگر لباس میں تکلّف اختیار کرنا منع ہے۔ اسی طرح تھوڑی دیر کے بعد کوٹ کے کالر کو دیکھنا کہ اُس پر گرد تو نہیں پڑ گئی یہ ایک لغو بات ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں بعض لوگ اچھے اچھے کپڑے لاتے تھے اور آپ ان کپڑوں کو استعمال بھی کرتے تھے مگر کبھی لباس کی طرف ایسی توجہ نہیں فرماتے تھے کہ ہر وقت برش کروا رہے ہوں اور دل میں یہ خیال ہو کہ لباس پر کہیں گرد نہ پڑ جائے برش کروانا منع نہیں مگر اس پر زیادہ زور دینا اور اپنے وقت کا بیشتر حصہ اس قسم کی باتوں پر صَرف کردینا پسندیدہ نہیں سمجھا جاسکتا۔ میں نے خود کبھی کوٹ پر برش نہیں کروایا نہ میرے پاس اتنا وقت ہوتا ہے اور نہ مجھے اِس بات کی کبھی پروا ہوئی ہے ممکن ہے میں نے چار کوٹ پھاڑے ہوں تو ان میں سے ایک کو کبھی ایک یا دو دفعہ برش کیا ہو۔ بعض لوگ اعتراض بھی کرتے ہیں مگر میں یہی کہا کرتا ہوں کہ میرے پاس ان باتوں کی طرف توجہ کرنے کے لئے وقت نہیں آپ کو اگر بُرا لگتا ہے تو بے شک لگے۔ اِسی طرح کوٹ کے گریبان پر گردن کے قریب بعض دفعہ میل جم جاتی ہے مگر میرے نزدیک وہ میل اتنی اہم نہیں ہوتی جتنا میرا وقت قیمتی ہوتا ہے ہاں اگر کوئی شخص اُس میل کو دور کردے یا کوٹ پر برش کرلیا کرے تو یہ منع نہیں ہم جس چیز سے منع کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ ان ظاہری باتوں کی طرف اتنی توجہ کی جائے کہ یہ خیال کرلیا جائے اگر ایسا نہ ہؤا تو ہماری ہتک ہوجائے گی۔ میں نے دیکھا ہے بعض لوگ دعوت کے موقع پر رونے لگ جاتے ہیں کہ ہمارے پاس فلاں قسم کا کوٹ نہیں، فلاں قسم کی پگڑی نہیں اس کے بغیر ہم دعوت میں کس طرح شامل ہوں۔ حالانکہ انسان کے پاس جس قسم کا لباس ہو اُسی قسم کے لباس میں اُسے دوسروں سے

ملنے کے لئے چلے جانا چاہئے۔ اصل چیز تو ننگ ڈھانکنا ہے جب ننگ ڈھانکنے کے لئے لباس موجود ہے اور اس کے باوجود کوئی شخص کسی شخص کی ملاقات سے اِس لئے محروم ہوجاتا ہے کہ کہتا ہے میرے پاس فلاں قسم کا کوٹ نہیں یا فلاں قسم کا کُرتہ نہیں تو یہ دین نہیں بلکہ دنیا ہے۔ اسی طرح اگر کسی کے پاس ٹوپی ہو تو اس کے لئے مناسب یہی ہے کہ وہ ٹوپی اپنے سر پر رکھ لے لیکن اگر ٹوپی اُس کے پاس موجود نہیں تو وہ ننگے سر ہی دوسرے کے ملنے کے لئے جاسکتا ہے اگر اس وقت وہ محض اس لئے کسی کو ملنے سے ہچکچاتا ہے کہ ٹوپی اس کے پاس موجود نہیں تو وہ بھی تکلّف سے کام لینے والا سمجھا جائے گا۔ مجھ سے ایک دفعہ احمدیہ ہوسٹل کے سپرنٹنڈنٹ صاحب نے دریافت کیا کہ بعض لڑکے ننگے سر اِدھر اُدھر چلے جاتے ہیں اور ٹوپی سر پر نہیں رکھتے اس بارہ میں آپ کی کیا رائے ہے؟ میں نے کہا ٹوپی کے بغیر کہیں جانا اسلام کے خلاف نہیں لیکن یہ اسلامی تہذیب کے خلاف ضرور ہے انہیں چاہئے کہ وہ بلا وجہ ایسا نہ کیا کریں۔ اگر ان کے پاس ٹوپی ہو تو سر پر ٹوپی رکھ لیا کریں ہاں اگر ٹوپی نہ ہو تو ننگے سر بھی جاسکتے ہیں بہر حال مغربی تہذیب سے متأثر ہو کر ہمیں کوئی حرکت نہیں کرنی چاہئے۔ مغربی تہذیب یہ سکھاتی ہے کہ ٹوپی کے اُتارنے میں عظمت ہے چنانچہ عیسائیوں میں جب بادشاہ کے سامنے لوگ جاتے ہیں تو ٹوپی سر سے اُتار لیتے ہیں اِسی طرح عورت کے سامنے جائیں گے تو ٹوپی اُتارلیں گے لیکن اسلامی تہذیب یہ ہے کہ ٹوپی پہننی چاہئے۔ یورپین تہذیب یہ کہتی ہے کہ عورت اپنے سر کو ننگا رکھے لیکن اسلامی تہذیب یہ سکھاتی ہے کہ عورت اپنے سر کو ڈھانک کر رکھے چنانچہ فقہاء نے اِس بات پر بحثیں کی ہیں اور انہوں نے لکھا ہے کہ نماز میں عورت کے سر کے بال ننگے ہوں تو اُس کی نماز نہیں ہوتی پس میں نے انہیں کہا کہ آپ لڑکوں کو یہ بتائیں کہ اسلامی شعار ٹوپی پہننے میں ہے ٹوپی اُتارنے میں نہیں۔ ہاں اگر کسی کے پاس ٹوپی نہ ہو تو وہ ننگے سر بھی مسجد میں نماز کے لئے جاسکتا ہے۔ جس طرح یہ مغربیت ہوگی کہ کسی کے پاس ٹوپی ہو اور وہ پھر بھی اُسے نہ پہنے اور ہر وقت بالوں کی مانگ نکالنے، تیل ملنے اور کنگھی کرنے میں ہی مصروف رہے اسی طرح اگر کسی کے پاس ٹوپی نہ ہو اور پھر بھی وہ مسجد میں نہ جائے یا کوئی اور کام کرنے سے ہچکچائے تو یہ بھی اسلام کے خلاف حرکت ہوگی۔ جس طرح یہ اسلام کے خلاف ہے کہ کوئی شخص خاص قسم کی دھاری دار قمیص پہننا ہی ضروری سمجھے اور اگر اس رنگ کی قمیص نہ ملے تو کوئی اور قمیص پہننا اپنے لئے ہتک کا موجب سمجھے اسی طرح یہ بھی اسلام کے خلاف ہوگا کہ کسی کے پاس قمیص تو ہو مگر وہ ننگے بدن پھرنے لگ جائے۔ اسلام جسمانی حُسن کی

زیادہ نمائش پسند نہیں کرتا کیونکہ اس طرح کئی قسم کی بدیاں پیدا ہو جاتی ہیں لیکن اسلام یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ کوئی ننگے بدن پھرنے لگ جائے کیونکہ ننگے بدن پھرنا بھی کئی قسم کی بدیاں پیدا کرنے کا موجب بن جاتا ہے۔ جس طرح اسلام یہ نہیں کہ خاص قسم کی پتلون ہو اُس میں کسی سلوٹ کا نشان نہ ہو اور اُس پر خاص قسم کا کوٹ ہو اسی طرح اسلام یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ اگر تمہارے پاس پاجامہ نہ ہو تو تم یہ کہو کہ ہم تہہ بند باندھ کر کہیں نہیں جا سکتے۔ اگر تمہارے پاس پاجامہ ہو اور تم پاجامہ کی بجائے لنگوٹی باندھ کر کہو کہ یہ سادگی ہے تو یہ بھی اسلام کے خلاف ہوگا اور اگر تم خاص قسم کی پتلون اور کوٹ پر زور دو تو یہ بھی اسلام کے خلاف ہوگا کیونکہ پاجامہ کے ہوتے ہوئے لنگوٹی باندھنا بھی تکلّف ہے اور خاص قسم کے کوٹ اور پتلون پر زور دینا بھی تکلّف ہے جس طرح یہ تکلّف ہے کہ انسان شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر گھنٹہ گھنٹہ دو دو گھنٹے اپنی آرائش میں مشغول رہے اور اُسترے اور صابن سے اپنی داڑھی کے بالوں کو اس طرح صاف کرے جس طرح ماں کے پیٹ سے اس کے کلّے نکلے تھے اسی طرح یہ بھی تکلّف ہے کہ انسان ننگے بدن پر بھبوت[۵] مل کر بیٹھ جائے وہ بھی تکلّف کرنے والا ہے جو کوٹ اور پتلون پہن کر اور داڑھی مُنڈا کر اور بالوں میں مانگ نکال کر اور نکٹائی پہن کر باہر نکلتا ہے اور وہ بھی تکلّف سے کام لیتا ہے جو باوجود مقدرت کے ننگے بدن لنگوٹی یا تہہ بند باندھ کر نکل کھڑا ہوتا ہے۔ پھر جس طرح وہ تکلّف کرتا ہے جو کوٹ اور پتلون پہن کر اس طرح چلتا ہے کہ یہ معلوم نہیں ہوتا کوئی آدمی چل رہا ہے بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کوئی مشین چل رہی ہے میں نے ہاؤس آف لارڈز کے جلسوں میں انگریز نوابوں کو اس طرح چلتے دیکھا ہے مجھے تو اُن کو دیکھ کر ایسا ہی معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی آدمی بیہوش ہو اور اس کے ساتھ ڈنڈے باندھ کر کوئی کَل لگا دی گئی ہو بالکل معلوم ہی نہیں ہوتا تھا آدمی چل رہے ہیں ایسی آہستگی سے اور سوچ سوچ کر قدم اُٹھاتے ہیں کہ ان کا چلنا بھی تکلّف معلوم ہوتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں جو شخص بِلا وجہ دَوڑ پڑتا ہے وہ بھی تکلّف سے کام لیتا ہے اسی لئے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دَوڑ کر نماز باجماعت میں شامل ہونے سے منع فرمایا ہے[۶] کیونکہ یہ انسانی وقار کے خلاف ہے اور اس میں تکلّف پایا جاتا ہے۔ اسلام ہم کو یہ سکھاتا ہے کہ ہم کسی بات میں غلوّ نہ کریں اور ہر بات میں نیچر اور فطرت کو ملحوظ رکھیں ہاں جس حد تک نیچر ہماری ترقی میں روک بنتا ہو اُس حد تک اس کو اختیار کرنا ضروری نہیں مثلاً جسم کو ننگا رکھنا ہے۔ ممکن ہے کوئی شخص کہے کہ جب ہر بات میں نیچر کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے تو جسم کو کپڑوں سے کیوں ڈھانکا جاتا ہے ننگے بدن کیوں

نہیں پھرا جاتا سو یہ بھی درست نہیں کیونکہ اِس حد تک نیچر کے پیچھے چلنا انسانی ترقی میں روک پیدا کرتا ہے۔ یہ نیچر کا فیصلہ بڑی عمر والوں کے متعلق نہیں بلکہ بچوں کے متعلق ہے۔ اِسی طرح ناخن بڑھا لینا یہ بھی نیچر کا تتبّع نہیں بلکہ اپنے آپ کو وحشی ثابت کرنا ہے گو آج کل مغربیت کے اثر کے ماتحت فیشن ایبل عورتوں نے بھی ناخن بڑھانے شروع کر دیئے ہیں۔ یورپین عورتیں تو اس میں اس قدر غلوّ سے کام لیتی ہیں کہ وہ آدھ آدھ انچ تک اپنے ناخن بڑھا لیتی ہیں اور پھر سارا دن ان ناخنوں سے میل نکالنے، اُنہیں صاف کرنے اور ان پر رنگ اور روغن کرنے میں صرف کر دیتی ہیں مگر وہ اتنا بڑا اگڑھا ہوتا ہے کہ آسانی سے تمام میل نہیں نکل سکتی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کچھ تو وہ میل نکالتی ہیں اور کچھ اس میل کو چھپانے کے لئے اُس پر روغن کرتی ہیں اور چونکہ ناخنوں کی میل کی وجہ سے پھر بھی کچھ نہ کچھ بدبُو آتی ہے اس لئے پھر یوڈی کلون کا استعمال کرتی ہیں گویا وہ اپنی عمر کا ایک معتد بہ حصہ صرف ناخنوں کی صفائی پر ہی خرچ کر دیتی ہیں اور اس طرح اپنی زندگی کو برباد کر دیتی ہیں اس قسم کی باتوں میں دوسروں کی تقلید اختیار کرنا محض مغربیت ہے۔ اور جب ہم کہتے ہیں مغربیت کے اثر سے متأثر مت ہو تو اس کے معنے یہی ہوتے ہیں کہ اپنے اوقات کو ظاہری جسم کی صفائی اور اس کے بناؤ سنگھار کے لئے اِس قدر خرچ نہ کرو کہ اور کاموں میں حرج واقعہ ہونے لگ جائے اور تم دینی کاموں میں حصہ لینے سے محروم رہ جاؤ۔ مرد کا حُسن اس کے بناؤ سنگھار میں نہیں بلکہ اس کی طاقت اور کام میں ہے چنانچہ وہ لوگ جو دنیا میں کام کرنے والے ہیں عورتیں اُن سے شادی کرنے کے لئے بیتاب رہتی ہیں کیونکہ وہ سمجھتی ہیں ان کے ساتھ شادی کرنے میں ان کی عزّت ہے وہ ایسے مرد سے وابستہ ہونا کبھی پسند نہیں کرتیں جو محض ظاہری بناؤ سنگھار کی طرف توجہ رکھتا ہو اور کام کوئی نہ کرتا ہو۔ حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بسا اوقات پورے کپڑے بھی نہیں ہوتے تھے مگر پھر انہی حدیثوں میں ہمیں یہ نظارہ بھی نظر آتا ہے کہ مجلس لگی ہوئی ہے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وعظ فرما رہے ہیں کہ اتنے میں ایک عورت آتی ہے اور کہتی ہے کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ میں اپنا نفس آپ کو دیتی ہوں[کے] غور کرو یہ کتنی بڑی قُربانی ہے میرے نزدیک اپنی زبان سے ایسی بات کہنا ایک عورت کے لئے ذبح ہو جانے کے مترادف ہے وہ آتی ہے اور اپنا نفس رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے پیش کر دیتی ہے حالانکہ اُسی مجلس میں اُس کا باپ موجود ہوتا ہے اور اُس کا بھائی موجود ہوتا ہے اور اُس کے اَور رشتہ دار موجود ہوتے ہیں آخر اِس کی کیا وجہ تھی؟ یہی وجہ تھی کہ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ

سُنتیں ، آپؐ کی تقریریں سُنتیں ، آپؐ کی خدمت اسلام کو دیکھتیں ، آپؐ کے اُس سلوک کو دیکھتیں جو آپؐ بنی نوع انسان سے کیا کرتے تھے تو ان کی محبت جنون کی حد تک پہنچ جاتی اور وہ ہر چیز کو بُھول کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں آ کر کہہ دیتیں یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! ہم آپؐ سے شادی کرنے کے لئے تیار ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک سے کس طرح شادی کر سکتے تھے آپؐ ان سے فرماتے کہ تم مجھے اپنے متعلق اختیار دے دو اور جب وہ اختیار دے دیتیں تو آپ ان کا کسی اور مناسب شخص سے نکاح کر دیتے اس قسم کا کوئی ایک واقعہ نہیں ہوُا بلکہ ایسے کئی واقعات ہوئے ہیں کہ مجلس لگی ہوئی ہوتی اور عورت آ کر کہہ دیتی کہ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! میں آپؐ سے شادی کرنے کے لئے تیار ہوں قرآن نے بھی ان کی اس محبت کو بُرا نہیں سمجھا بلکہ فرمایا ہم تمہارے اِس فعل کو بُرا نہیں سمجھتے مگر ایسا صرف ہمارے رسولؐ کو کہنا جائز ہے اور کسی کو تم ایسا نہیں کہہ سکتیں اور گو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر ایسی عورتوں میں سے کسی ایک سے بھی شادی نہیں کی تا کہ لوگ اِس سے کوئی غلط نتیجہ نہ نکال لیں مگر قرآن نے اُن عورتوں کو بُرا نہیں کہا بلکہ اِسے اُن کے روحانی عشق کا مظاہرہ قرار دیا ہے۔ اس کے مقابلہ میں وہ لوگ جو سارا دن بناؤ سنگھار کرتے رہتے ہیں اُن کو ایسی فدائی عورتیں کہاں ملتی ہیں۔ پس درحقیقت مرد کا حُسن اُس کے کام میں ہے ظاہری بناؤ سنگھار میں نہیں۔ مشہور ہے کہ عبدالرحیم خان خاناں جو ایک بہت بڑے جرنیل اور بڑے بہادر اور سخی گزرے ہیں انہیں ایک عورت نے لکھا کہ میں آپ سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔ عبدالرحیم خان خاناں نے لکھا کہ مجھے آپ اس بات میں معذور سمجھیں۔ وہ عورت کسی اچھے خاندان میں سے تھی اس نے پھر لکھا کہ میں تو مر رہی ہوں اور چاہتی ہوں کہ آپ سے ضرور شادی کروں انہوں نے پوچھا کہ آخر مجھ سے شادی کرنے سے تمہاری غرض کیا ہے؟ وہ کہنے لگی میں نے آپ کے اخلاق، آپ کی شجاعت اور آپ کی سخاوت کو دیکھا ہے اور میرا جی چاہتا ہے کہ میری بھی ایسی ہی اولاد ہو۔ عبدالرحیم خان خاناں لطیفہ سنج تھے انہوں نے اُسے لکھا بیگم! یہ تو ضروری نہیں کہ اگر تم مجھ سے شادی کرو تو میری اولاد ضرور میرے جیسی ہی پیدا ہو ہاں چونکہ تم کو میرے جیسی اولاد کی خواہش ہے اسلئے میں آج سے آپ کا بیٹا ہوں اور آپ میری ماں ہیں جو خدمت مَیں اپنی ماں کی کیا کرتا ہوں آئندہ وہی خدمت میں آپ کی کیا کرونگا۔ تو دیکھو یہ اخلاق کا ہی نتیجہ تھا وہ چونکہ اچھے اخلاق والا انسان تھا اس لئے اُس نے قلوب پر اثر ڈال لیا تو ظاہری بناؤ سنگھار کی بجائے اچھے اخلاق دلوں پر اثر کیا کرتے ہیں اور اگر جسمانی لحاظ سے دیکھو تو پھر بھی جو

لوگ مضبوط جسم رکھنے والے اور اچھے کام کرنے والے ہوں اُن ہی کی زیادہ محبت قلوب میں پیدا ہوتی ہے اور محبت بڑی پاکیزہ اور ہر قسم کی گندگی سے منزّہ ہوتی ہے مگر جو شخص اپنا وقت چھوٹی چھوٹی باتوں میں ضائع کر دیتا ہے وہ نیکی کے بڑے بڑے کاموں سے محروم رہ جاتا ہے۔ پس مَیں خدام الاحمدیہ کو نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے کاموں کو زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کی کوشش کریں اور اپنے اعمال اسلام کی تعلیم کے مطابق بنائیں۔ چونکہ اب تین بجے کی گاڑی پر خدام نے واپس جانا ہے اسلئے میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اگلے سال خدام الاحمدیہ کو وہ اس سے بھی اچھا اور بہتر کام کرنے کی توفیق عطا کرے اَللّٰھُمَّ اٰمِیْنَ۔

(الفضل ۸نومبر ۱۹۴۲ء)

۱؎ بخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيْـلًا

۲؎ بخاری کتاب فضائل القرآن باب اغتباط صاحب الْقُرْآن

۳؎ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (البقرة: ۱۴۷)

۴؎ ابو داؤد کتاب اللباس باب فی لُبْسِ الشُّهْرَةِ

۵؎ **بھبوت:** وہ راکھ جو سادھو سنیاسی اپنے بدن پر ملتے ہیں۔

۶؎ بخاری کتاب الاذان باب لَايَسْعٰى اِلَى الصَّلٰوةِ (الخ)

۷؎ بخاری کتاب النکاح باب تَزْوِيجِ الْمُعْسِرِ